بزمِ عرفان

(مئے حجازِ عجمی خم میں)

شیخ منیریؒ کے ایک الہامی مکتوب کا آزادانہ ترجمہ

جناب محمد قطب الدین احمد صاحب بختیار کاکی (حیدرآباد دکن)

تعارفِ شیخ

پورا نام مخدوم الملک شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری۔ ۲۷ شعبان ۶۶۱ھ میں بمقام منیر ضلع پٹنہ ولادت ہوئی "شرف آگیں" سے سنہ ولادت کا استخراج ہوتا ہے۔ باپ کی طرف سے ہاشمی تھے، ان کی والدہ ماجدہ کا نسب نامہ چودھویں پشت میں امام جعفر صادقؒ سے ملتا ہے ان کا خاندان بیت المقدس سے آکر منیر ضلع پٹنہ میں آباد ہوا۔ اس علاقہ میں ان ہی کے خانوادہ کی بدولت اشاعتِ اسلام ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ ایامِ رضاعت میں اُن کی والدہ نے کبھی بے وضو دودھ نہیں پلایا۔

ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ جب سنِ شعور پر پہونچے تو اعلیٰ تعلیم کے لئے وقت کے ایک جید عالم ابو توامہ کی خدمت میں سنارگانوں بھیجے گئے۔ یہاں اُنھوں نے علوم نقلی و عقلی کی تکمیل کی اور علم تصوف پر بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ اثنائے تعلیم میں جو خطوط گھر سے آتے انھیں ویسے ہی بند رکھتے، جب ختمِ تعلیم پر انھیں کھولا تو والد کے انتقال کی اطلاع ملی۔ وطن کی طرف مراجعت کی۔ وہاں پہنچنے پر طلبِ الٰہی کی آگ مشتعل ہوئی۔ گھر بار چھوڑ کر مرشد کی تلاش میں دہلی پہونچے۔ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں نیازِ عقیدت پیش کی۔ سلطان جی نے انھیں دیکھ کر کہا "سیمرغیست، نصیبِ دامِ مانیست" بیعت نہیں لی، اعزاز و اکرام کے ساتھ شیخ نجیب الدینؒ کی خدمت میں روانہ کیا۔ شیخ نجیب الدین نے پہلی ملاقات پر ان الفاظ سے استقبال کیا "درویش برسوں سے تمہارے انتظار میں ہوں تاکہ تمہاری امانت تمہیں سپرد کردوں" فوراً بیعت لی، اور کچھ وصایا کے ساتھ رخصت کیا۔ یہ سلسلہ "فردوسیہ" کہلایا جاتا ہے۔ ایک عرصہ تک

صحرا نوردی کے بعد شیخ منیری نے بہار میں سکونت اختیار کی اور تقریباً (۶۰) سال تک ارشاد و ہدایت میں مصروف رہے۔ محمد تغلق نے پرگنہ راجگیر خدمت میں پیش کی۔ اُنھوں نے اپنی خانقاہ سے علوم و معارف کے دریا بہائے، جو مکتوبات، ملفوظات اور تصانیف کی صورت میں اب بھی پڑھنے والوں کو ایمان و یقین کی تازگی بخشتے ہیں۔ تقریباً سوا سو سال کی عمر میں ۷۸۲ھ میں ان کا وصال ہوا "پرشرف" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ بہار شریف میں اُن کا مزار مبارک اب تک مرجع خلائق ہے۔

عقل کی کج اندیشیاں اور نفس کی خود فریبیاں

(حمید هندی مقتدائے بہار شیخ منیریؒ کی خانقاہ میں)

باخود حکایت از لبِ خاموش می کنم   خود نغمہ می سرائم و خود گوش می کنم

آج بوقت اشراق حضرت شیخ منیریؒ کی خدمت میں حاضری نصیب ہوئی۔ اس وقت وہ اپنے ایک عزیز ارادتمند قاضی شمس الدین حاکم چوسہ کے نام ایک خاص کیفیت میں مکتوب ارقام فرما رہے تھے۔ اس عاجز کو دیکھتے ہی بیٹھنے کا اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد ہوا کہ انسان کی کج اندیشیوں اور نفس کی خود فریبیوں پر اپنے قلبی القاآت کو ضبطِ تحریر میں لا رہا ہوں، جن کی بابت آج فریضۂ فجر کی ادائی کے بعد بلا کسی سبب ظاہری کے، شرح صدر ہوا ہے، میں نے عرض کیا کہ اس کم سواد کو بھی اس الہامی مکتوب سے مستفیض ہونے کا موقع عنایت ہو، جس کو شرف پذیرائی بخشا گیا۔ جب مکتوب کی تسوید سے فراغت حاصل ہوئی تو نظر التفات اس عاجز کی طرف اٹھی، اور لسان معارف نواز حرف و صوت کے پردوں میں اس طرح سامعہ نواز ہوئی

عشوۂ ابلیس از تلبیسِ تست   در تو یک یک آرزو ابلیس تُست

گر کنی یک آرزوئے خود تمام   ہر تو صد ابلیس زاہد والسّلام

ایک گروہ انسانوں کا وہ ہے جو نفس کے فریب میں آکر اس فاسد خیال میں سرگرداں رہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ

ہماری عبادت سے بے نیاز ہے، طاعت و معصیت اس کے نزدیک یکساں ہو۔ ایسی صورت میں نفس کو مار تا، ریاضت و مجاہدہ کی مشقتیں برداشت کرنا، اور شرع و آئین کی پابندیاں خود پر عائد کرنا فعلِ عبث ہو۔ اس قسم کا تصور گمراہ کن اور سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ یہ سمجھنا کہ شریعت کے جملہ احکام خدا کے لئے ہیں اور مخلوق کا اس میں کوئی نفع نہیں محض باطل ہو۔ قرآن حکیم ہمیں اس سوفسطائی خیال سے آگاہ کرتا ہے۔ " اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا، وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ " اور مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا " جو نیکو کار ہوا اس کا نفع خود اسے حاصل ہوا اور جس نے سیاہ کاری اختیار کی تو وہ خود نتائج بد سے دوچار ہوگا۔ لسانِ نبوت نے اس چیز کی ان الفاظ میں تفہیم فرمائی ہے۔ اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ تُرَدُّ اِلَيْكُمْ، تمہارے کرتوت تم ہی پر لوٹا دیئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی مثال ایسی ہی کہ کسی شخص کو طبیب پرہیز کا حکم دیتا ہو اور وہ اس کی تعمیل میں غفلت و کوتاہی برتتا ہے، جو اناپ شناپ اس کے سامنے آتا ہو بے محل و غش اپنے معدہ میں اتارتا رہتا ہے، نتیجہ ظاہر ہے، ایسا شخص بہت جلد اپنے آپ کو موت کی آغوش میں پہونچا دیتا ہے۔ طبیب نے اس کو جو بد پرہیزی سے منع کیا تھا وہ محض اس کے فائدہ کے لئے تھا، تاکہ تندرستی کی راہ اس پر آسان ہو اور وہ جلد شفایاب ہو جائے۔ یہ طبیب کی مہربانی ہے کہ جو کام ہم اپنے نفع کی خاطر کرتے ہیں اس پر وہ ہمیں اپنی رضا اور خوشنودی سے بھی نوازتا ہو۔ یہ سچ ہے " طبیب مہربان از دیدۂ بیمار می افتد " بایں ہمہ نوازش و کرم اگر کوئی حکم کی خلاف ورزی کر کے خود کو ہلاکت میں ڈالتا ہے تو اللہ تعالےٰ ایسے اجل رسیدوں کی تباہی و بربادی سے بالکل مستغنی ہے۔

خدا غنی است از عصیانِ ما سیہ کاراں　　　طبیب را چہ زیاں از شکستِ پرہیز است

ایک گروہ انسانوں کا ایسا ہے کہ جو حدودِ شرع کی پابندی خود پر لازم نہیں سمجھتا۔ وہ اس دھوکے میں اپنے آپکو مبتلا رکھتا ہے کہ اللہ کی ذات رحیم و کریم ہے، وہ ضرور ہماری اس چھوٹ اور بے قید زندگی سے درگذر فرماکر پایانِ کار ہمیں اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیگا۔ یہ ایک طرح کا سوفسطا ہو جو نفس کے فریب اور تلبیس ابلیس سے ہے، یہ بالکل درست ہو کہ اللہ تعالےٰ کریم و رحیم ہے، مگر ساتھ ہی ساتھ وہ شدید العقاب بھی ہے۔ کیا روز مرہ کا تمہارا یہ تجربہ اور مشاہدہ نہیں کہ باوجود اس کے خزانہ میں کسی طرح کی کمی نہ ہونے کے،

ایک خلق کثیر ہلاکت وافلاس میں مبتلا ہے، وہ ذات پاک باوجود کریم ہونے کے ایک دانۂ گندم عطا نہیں فرماتی جب تک کسان زمین کو جوت کر تخم ریزی اور آبپاشی کی مشقتوں میں نہیں پڑتا۔ جب ان آزمائشوں سے وہ گذر چکتا ہے تو بخشش وعطا اپنی تمام کشادہ دستیوں کے ساتھ سے تھام لیتی ہے، اور خوشہائے گندم سے اس کے خرمن اور گودام مالا مال کر دیئے جاتے ہیں۔ جوع و عطش کو دور کرنے کے لئے آب ونان کی فراہمی ناگزیر ہے، اور مرض وبیماری کے ازالہ کے لئے علاج معالجہ ضروری۔

بد مسکینی و نیک طمع میداری ۔۔۔۔ ہم بد باشد سزائے بدکرداری

با آنکہ خداوند کریم ست ورحیم ۔۔۔۔ گندم ندہد بارچو جو می کاری (رومی)

جس طرح توانگری اور تندرستی کے لئے اسباب وذرائع مہیا کئے گئے ہیں کہ بغیران کی مباشرت کے اُن کا حصول عادتاً نہیں ہوتا، اسی طرح کفر وجہل جو روح وجان کے حق میں سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں، اگر اُن کے علاج سے غفلت برتی جائے تو موجب ہلاکت ہوتے ہیں۔ کفر وجہالت کے لئے کوئی تریاق بجز علم و معرفت کے نہیں اور مرضِ کاہلی کا ازالہ سوائے نماز اور جملہ طاعات کی بجا آوری کے کسی اور ذریعہ سے ممکن نہیں۔ جو شخص زہر کھا کر رحمتِ حق پر یہ اعتماد رکھتا ہے کہ اسے زندگی ملے گی وہ بہت جلد نامراد وخاسر موت کی آغوش میں پہنچ جائے گا دل کی بیماریوں کی تولید شہوت سے ہوتی ہے اگر کوئی اپنے کو شہوت سے باز نہیں رکھیگا تو وہ خود کو خطرہ میں ڈالدیگا، اور اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ یہ پُراز شہوت زندگی کسی نوع سے معصیت ہی نہیں تو وہ پوری طرح ہلاک ہو کر ہی رہیگا، کیونکہ گناہ کو گناہ نہ سمجھنا کفر ہے اور کفر روح ودل کی موت کا دوسرا نام ہے۔

ہر گنہ زنگے ست بر مرآۃ دل ۔۔۔۔ دل شود زیں زنگہا خوار وخجل

چوں زیادت گشت دل را تیرگی ۔۔۔۔ نفسِ دوں را بیش گردد خیرگی

ایک تیسرا گروہ ایسا ہے جو ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعہ اپنے جبلی صفات کو زائل کرنا چاہتا ہے۔ اس کو بڑی مایوسی ہوتی ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ باوجود سعئ بلیغ وہ اپنے مساعی میں یکسر نامراد و ناکام رہا کیونکہ یہ محالات سے ہے۔ "جبل گردد، جبلّت نمی گردد"۔ گلیم سیاہ کو دھو کر کوئی سفید نہیں کرسکتا

یہ اُس شخص کی کوتاہ فہمی ہے جو یہ گمان رکھتا ہو کہ جن خصلتوں کے ساتھ اس نے جنم لیا ہے اُن سے اپنے آپ کو عاری بنالے۔ شریعت کا حکم صفاتِ بشری کے ازالہ کا نہیں بلکہ اُن کے اِمالہ اور اُن پر قابو یافتہ ہونے کا ہے۔ اِمالہ کے معنیٰ ہیں کہ کسی صفت اور طاقت کا رُخ اُس کی صحیح سمت کی طرف پھیر دیا جائے، اگر کسی میں بخل ہو تو وہ اپنی اس صفت سے اس موقع پر کام لے جہاں بے محل اسراف اور تبذیر پر امتناع اور وعید عائد کی گئی ہے

اے بسا امساک کز انفاق بہ — مالِ حق را جز بہ امرِ حق مدہ (رومی)

اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کی تحسین فرمائی ہے جو غصّہ کو پی جاتے اور دوسروں کے قصوروں سے درگذر کرتے ہیں '' وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ'' اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام حسینؓ نے اپنا وہ عملی نمونہ پیش فرمایا جبکہ آپ مہمانوں کے ساتھ دسترخوان پر جلوہ فرما تھے۔ خادم گرم آش کا پیالہ لیکر حاضر ہوا، اتفاق سے اس کا پیر دسترخوان کے کسی کونے سے اُلجھ گیا اور پیالہ ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت امامؓ کے سرِ مبارک پر لوٹا اور آشِ گرم رخسارِ مبارک پر بہنے لگی۔ امیر المومنین امام حسینؓ نے ازروئے تادیب اسے گھور کر دیکھا، خادم کی زبان پر بے ساختہ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ کے الفاظ جاری ہوئے، بہ مجرد اس آیت کے سننے سے چہرے پر مسکراہٹ کھیلنے لگی، خادم نے یہ کیفیت دیکھ کر وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ پڑھا، اس پر ارشاد ہوا کہ میں نے تجھے معاف کیا، خادم خاتمہ آیت وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ کی تلاوت کی، آقا نے اس حُسنِ طلب پر خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے اُسے اپنے مال سے آزاد کرنے کا مژدہ سُنایا۔

بدی را بدی سہل باشد جزا — اگر مردی اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَا

تقوےٰ کا کمال ہی یہ ہے کہ انسان اپنی ساری فطری کمزوریوں کے ساتھ حتی الامکان مُنکرات و ممنوعات سے اجتناب کرے اور اپنی شہوات و خواہشات پر قابو رکھے۔ عارف رومؒ نے کس حسن آفریں انداز سے اس صورتِ حال کی تمثیل پیش کی ہے۔

شہوتِ دنیا مثال گلخن است — کہ از و حمام تقویٰ روشن است

اس سلسلہ میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ نے بڑی حکیمانہ بات کہی ہے۔ فتوحاتِ مکیہ میں کسی مقام پر اُنھوں نے

لکھا ہے کہ جنت کے پھل دوزخ کی حرارت سے پکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جو یہاں رُکے گا وہ وہاں کھل کھیلیگا جو یہاں حدودِ الٰہی کی حد بندیوں میں خود کو مقید رکھے گا وہ آخرت میں رحمتِ الٰہی کی حدود ناآشنا وسعتوں میں وقفِ پرواز رہے گا۔ "اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ" کے یہی معنی ہیں کہ مردِ مومن کے لئے یہاں پابندیاں ہیں اور آنے والی زندگی میں بے قیدیاں، ایک دوسری حدیث میں جنت کو ناگواریوں سے گھرا ہوا اور دوزخ کو خوشگواریوں سے محصور بتلایا گیا ہے۔ جو ہجر و فراق کی تلخکامیوں سے نہ گذریگا وہ وصال کی شادکامیوں کا کیسے لذت شناس ہو سکتا ہے۔

افسردہ را نصیب نباشد دلِ کباب آں یا بدایں نوالہ کہ مہمانِ آتش ست

یہ جو تقوٰے و پرہیزگاری، عصمت و پاکدامنی کی گرم بازاری ہے، وہ سب خواہشاتِ نفسانی ہی کی منت پذیر ہے۔ حمامِ تقویٰ گرم اور روشن ہی ان شہوتوں کو چولھے میں جھونکتے رہنے سے ہے، یہ نہ ہو تو پھر نہ کوئی متقی ہے اور نہ پرہیزگار، فرشتوں اور ملائکہ کو آخنک کسی نے ان اوصاف سے متصف نہیں کیا۔

ہر کہ ہر گام بلغزید دریں کوئے برفت صفتِ راہرواں لغزشِ گام ست ایجا
(عرفی)

اس عالم میں ہر طرف خیر ہی خیر کی جلوہ فرمائی ہے، کیونکہ جو ذات پاک کار فرما ہے، وہ ہمہ خیر، "زنیکو ہرچہ صادر گشت نیکوست" فی نفسہ کوئی چیز شر نہیں، کسی چیز کا سوءِ استعمال خیر کو بھی شر بنا دیتا ہے۔ آگ کھانا پکانے کے لئے عطا ہوتی ہے، غذا کی پخت و پز میں اس کا استعمال خیر ہے اگر کوئی اس سے گھر جلانے لگے تو یہی چیز شر بن جاتی ہے۔ ہماری نسبت سے اشیاء کی نوعیت بدلتی اور کسی خبیث نفس سے اضافت پاکر وہ شر کا روپ دھارن کرتی ہیں۔

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت ست چوں بما نسبت کنی کفر آفت ست

ایک گروہ انسانوں کا اس مزاج و قماش کا ہے، جو اپنی کوتاہ اندیشی اور کج فہمی سے اس حماقت کا شکار ہے کہ قسّامِ ازل نے ہر ایک کی قسمت کا فیصلہ کر دیا ہے۔ سعادت و شقاوت شکم مادر ہی سے انسان کے گلے ڈال دیئے گئے ہیں، ایسی صورت میں عمل بے سود و لاحاصل ہے، یہ بھی تلبیساتِ ابلیسی کا ایک کرشمہ ہے۔ حضور اکرمؐ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ بعض صحابہ اپنے ذہن و دماغ میں اس خیال کو پرورش دے رہے ہیں کہ چونکہ

ہمیں اپنے نوشتۂ تقدیر پر پورا اعتماد ہے، اس لئے بطورِ خود کسی عمل سے دامن کشاں ہیں۔ حضورؐ نے اس فساد کی اس طرح اصلاح فرمائی، اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُّيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ، جہد و سعی سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھو، اگر تمہاری قسمت میں سعادت لکھی ہے، تو وہ راہ تمہارے لئے آسان کر دی جائے گی اور علی الرغم اس کے شقاوت کی صورت میں اس کا راستہ تمہارے لئے سہل کر دیا جائے گا۔ قرآن حکیم اس کیفیت کو سورۂ لیل کی ان آیات میں پیش فرما رہا ہے، فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ جس نے راہِ خدا میں خرچ کیا اور پرہیزگاری اختیار کی، ہم اس کے لئے یہ راستے سہل کر دیں گے اور جس نے کوتاہ دلی اور بخل سے کام لیا اور بے اعتنائی برتی اور سچائی کو جھٹلایا تو بدبختی کی راہیں اس پر آسان کر دی جائیں گی۔ سمندر (آگ کا کیڑا) دہکتے انگاروں ہی میں پروان چڑھتا اور اپنی حیات کا سروسامان پاتا ہے، "سمندر چہ داند عذاب الحریق"

بہرحال نوشتۂ تقدیر کو بے عملی کا بہانہ نہ بنایا جائے۔ انسان کے روبرو دو راہیں رکھدی گئی ہیں، وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ، یہ اُس کے اختیار میں ہے کہ بایزیدؒ بن کر انعام یافتہ گروہ میں خود کو شامل کر لے یا یزید بن کر مغضوب علیہ زمرہ میں اپنی بداعمالیوں سے داخل ہو کر اپنے ماتھے کو مہرِ لعنت سے داغدار کر لے۔ بایں ہمہ اس کارخانہ کی رونق ان دونوں کے وجود سے ہے۔

بیا کہ رونقِ ایں کارخانہ کم نشود ۔۔۔ بہ زہدِ ہمچو توئی، یا بہ فسقِ ہمچو منی (حافظ)

یزید نہ ہوتا تو صبر و استقامت کے جو اعلیٰ نمونے حضرت امامؑ نے دکھلائے وہ کیسے ظہور پذیر ہوتے، اور جو درجات و مراتبِ شہیدِ حق ہونے کے آپکو حاصل ہوئے وہ اپنا جلوہ کیسے دکھلاتے۔ اس عالمِ کون و فساد میں کفر و اسلام ایک دوسرے کے ہمدوش و مقابل ہیں۔ انہی سے اس کا بناؤ اور سنوار بھی ہے۔ بقول اقبالؒ "مزی اندر جہانِ کور ذوقے۔ کہ یزداں دارد و شیطاں ندارد"۔ حق و باطل کی جنگ ابتدائے آفرینش سے یونہی جاری ہے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز ۔۔۔ چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

ان ہر دو کے تصادم ہی سے وہ صلاحیتیں اُبھرتی ہیں جو اسلام کے مزاج اور کفر کی طبیعت میں قدرت کی طرف سے ودیعت کردی گئی ہیں، اس محنت آبادِ ہستی میں ان دونوں کی نمود و بود ناگزیر ہے

در کارخانۂ عشق، ہم کفر ناگزیر ست　　دوزخ کرا بسوزد گر بولہب نباشد (رومی)

موسیٰؑ و فرعون، شبیرؓ و یزید، یہ دونوں طاقتیں تاریخِ انسانیت میں توام ہیں، یہ نوشتۂ تقدیر ہی ہے جو ان سے وہی عمل کراتا ہے جن کے لئے اُن کی تخلیق ہوتی ہے قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ ط بے عمل انسانیت کے ماتھے پر ایک بدنما داغ ہے جو اسکو کہیں کا ... نہیں رکھتی اور آجکل مسلمان اس فریب کا شکار ہیں

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی　　عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ
(اقبال)

جب تم اس دنیا میں پیدا ہوئے ہو تو اپنے تخمِ وجود کو ایک پھلتے پھولتے تناور درخت کی صورت میں بدل دو، اب تہمتِ وجود سے متہم ہونے کے بعد تمہارا کوئی عذر مسموع نہیں ہو سکتا، خواہ حالات موافق ہوں یا ناسازگار ہمہ وقت سرگرمِ طلب اور وقفِ جستجو رہو۔

"از آب و زمیں عذر ز دہقاں نپذیرد　　تقصیر مکن دانۂ خود را شجرے کن"
(صائب)

خواجہ میر دردؔ کے الفاظ میں اس زندگی میں کچھ نہ کچھ ہو کر رہنا ہے، کوڑا کرکٹ کی طرح دنیا برد و برباد ہونا نہیں۔

گر گل نشدی، ز داغِ دل لالہ بشو　　ور ماہ نہ برائے خود ہالہ بشو
اے قطرہ دریں جا گرہِ سخت بہ بند　　گر دُر نتواں گشت برو ژالہ بشو

اب یہ ہر ایک کا نصیب ہے کہ کوئی اولیائے رحمٰن بن کر بامراد ہوتا ہے، اور کوئی اولیائے شیطان ہو کر خاسر و ناکام۔ نتائج کے لحاظ سے بھی دونوں یکساں ہیں۔ لَا یَسْتَوِیٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ خدا کا عمل بھی ان دونوں کے ساتھ جداگانہ، افضل الدین محمد کاشانی کے الفاظ میں کسی کو صبا گدگدا کر شگفتہ و شاداں کرتی ہے اور کوئی ارّہ دتبر سے دو نیم ہو کر چولھے میں جھونک دیا جاتا ہے۔

با طبعِ لطیف، از رہِ لطف در آ　　با طبعِ کثیف، از رہِ جور و جفا

درہمہ وگل تا بگلے کن، کہ قضا — آں را بہ تیسر شگفت این را بہ حیار

" اَلسَّعِیْدُ مَنْ سَعِدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ " سعادت وشقاوت کو بطنِ مادر ہی سے انسان کے گلے باندھ دینے کے معنیٰ یہی ہیں کہ اس سے وہی کام سرزد ہوتے ہیں جو انجام کار اس کی فوز وفلاح یا خسرانِ خذلان پر منتج ہوتے ہیں۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انسان اپاہج ہو کر بیٹھ رہے اور زمانہ پر بارِ دوش رہ کر آخرالامر آغوشِ لحد میں دراز ہوجائے۔

سحر در شاخسارے بوستانے — چہ خوش می گفت مرغِ نغمہ خوانے

برآور ہرچہ اندر سینہ داری — سرودے، نالۂ آہے، فغانے (اقبال)

طاعت ومعصیت کی مثال تندرستی اور بیماری کی سی ہے، تندرستی سے حیاتِ تازہ نصیب ہوتی، اور بیماری انجام کار موت کے گڑھے میں پہنچا کر دم لیتی ہے، جس کی قسمت میں بھوک سے جاں بلب ہونا لکھ دیا گیا ہو، اس پر رزق وروزی کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، جو خوشحالی وآسودگی اپنے نصیب میں لکھا کر آیا ہے تو کائنات کے ظاہر وپوشیدہ خزانے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں، جس کی قسمت میں خطۂ مغرب میں مرنا لکھ دیا گیا ہو، تو راہِ مشرق اس کے لئے مسدود ہوجاتی ہے۔ حکایت ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے دربار میں ملک الموت حاضر ہوئے اور ایک درباری کو تیز نظروں سے گھورنے لگے، حیران تھے کہ کیسے ایک ساعت بعد اس کی روح فلاں مقام پر قبض کی جائے گی جبکہ وہ اس سے ہزاروں میل دور ہے، اسی دبدھا اور حیرانی میں وہ دربار سے روانہ ہوئے۔ وہ شخص ملک الموت کے تیز نظروں سے دیکھنے کے سبب کچھ ایسا ہیبت زدہ ہوا کہ خود حضرت سلیمانؑ سے درخواست کی کہ ہوا کو حکم دیا جائے کہ وہ اسے اسی وقت فلاں مقام پر پہونچا دے۔ چنانچہ اس کی درخواست قبول ہوئی اور وہ مقام مطلوب پر پہونچا دیا گیا۔ ملک الموت جب دوبارہ حضرت سلیمانؑ کے دربار میں آئے تو آپ نے گھورنے کا سبب پوچھا، انھوں نے جواب دیا کہ فلاں خطہ میں ایک ساعت بعد اس کی روح قبض کرنے کا حکم صادر ہوا تھا اور وہ ہزاروں میل دور اس مقام سے تھا، میں حیران تھا کہ یہ کیسے ممکن ہوسکیگا۔ قدرتِ الٰہی کا کرشمہ دیکھئے کہ میرے جانے کے بعد اس پر کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ خود اپنی درخواست پر وہاں پہونچا دیا گیا۔ عمل اسی کے

مطابق ہوتا ہے جو نوشتۂ تقدیر ہے ۔ "وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ" ایمان و کفر، طاعت و معصیت کو سعادت و شقاوت سے یہی تعلق ہے ۔ کم عقل سمجھتا ہے کہ ان دونوں کا باہمی کیا سمبندھ اور اپنی ناقص عقل اور قلیل علم سے اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کرتا ہے جو شیوۂ بندگی سے دور ہے ۔

"زبان تازہ کردن زاقرارِ تو نہ انگیختن علت از کارِ تو"

عقل میں یہ وسعت و احاطت کہاں کہ امورِ الٰہی کے مصالح و حکم کو اپنی گرفت میں لاسکے ۔ یہاں منطق، حکمت و فلسفہ کچھ کام نہیں دیتا جس عالم کی کیفیت یہ ہو :-

درآں عالم کہ جزو از کل فزون ست قیاسِ رازی و طوسی جنون ست (ظہوری)

تم نے خرد کے دھوکے میں آکر اپنے نفس کو لا متناہی عالم زمانی و مکانی کی کلیت کا ایک جزو سمجھ لیا ہے لیکن اپنے ضمیر میں غوطہ لگاؤ تو تمہیں پتہ چلے کہ یہ جزو اس خارجی کل کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے ۔ رازی و طوسی، ارسطو و افلاطون، نیوٹن و بیکن جہاں تک وہ ساتھ دیں اپنا ہم سفر بناؤ لیکن جو منزل قرآن نے تمہاری مقرر کی ہے ان درماندگانِ راہ کو سنگ میل کی طرح چھوڑتے ہوئے آگے نکل جاؤ

نکل جا عقل سے آگے کہ یہ نور چراغِ راہ ہے، منزل نہیں ہے (اقبال)

جو عقل ادب خوردۂ دل ہو اس سے استشارہ حاصل کرو، عقل محض کی دماغ سوزیاں عالم حقیقت میں پرکاہ کا بھی وزن نہیں رکھتیں ۔

نقشے کہ بستۂ ہمہ اوہام باطل ست عقلے بہم رساں کہ ادب خوردۂ دل ست (اقبال)

قدرت نے جو حواس انسان کو عطا کئے ہیں اُن سے وہی کام لو جن کے لئے وہ بنائے گئے ہیں، آنکھ سُن نہیں سکتی، کان دیکھ نہیں سکتے، وجدان جس چیز کو پاتا ہے عقل اس کے سمجھنے سے عاجز ہے، خدا کی باتوں کو دل سے سمجھنے کی کوشش کرو، عقل تمہیں گم کردہ راہ کردیگی ۔

"زیرکی بفروش، حیرانی بخر زیرکی ظن ست، وحیرانی نظر" (رومی)

اسی مے کو عارف الہ آبادی نے ایک دوسرے جام میں پیش کیا ہے ۔

دل میں تو سماتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا بس جان گیا میں تری پہچان یہی ہے

عقل کو ان کاموں میں استعمال کرنا سراسر حماقت ہے۔ خالقِ کائنات نے معاش کے لئے عقل اور معاد کے لئے دل دیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ میں نابینا کو بینا، مبروص کو چنگا، اور مردہ کو زندہ کرسکتا ہوں لیکن اس بات سے عاجز ہوں کہ کسی کودن کو عقل و قلبِ سلیم کی نعمت دے سکوں۔

اندکے با تو بگویم غم دل ترسیدم   کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

یہ تھا خلاصہ اس مکتوب کا جو شیخ منیریؒ نے اپنے عزیز عقیدتمند قاضی شمس الدین حاکم چوسہ کے نام تحریر فرمایا تھا جس کی سماعت اس عاجز کو خود صاحبِ مکتوب کی زبانِ فیض ترجمان سے حاصل ہوئی۔

دعا ہے کہ بخشندۂ بے نیاز ہمیں صحیح فہم عطا فرمائے، لولائی اوصاف، خسروی شمشیر اور درویشی نگاہ سے ہم نوازے جائیں "خسروی شمشیر و درویشی نگاہ ؛ ایں دو گوہر از محیطِ لا الٰہ" (اقبال) ذاتِ رسالتؐ سے ہمیں والہانہ عشق و شیفتگی نصیب ہو، دلِ مرتضیٰؓ اور سوزِ صدیقؓ سے روح کو تڑپ، اور عشقِ سلمانؓ و بلالؓ سے ہمارے مردہ قلوب پھر سے زندہ ہوجائیں، دامن نگاہِ دولتِ دید سے ہمہ حال مالا مال رہے۔

از تہیدستاں رُخِ زیبا مپوش   عشقِ سلمانؓ و بلالؓ ارزاں فروش (اقبال)

ہماری اصل بدبختی یہی ہے کہ ہم دل رکھتے ہیں لیکن ہمارا کوئی دلدار نہیں، چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ امانت کسی امین کے تفویض ہوتی "گر دلے داری بہ دلدارے سپار - ضائع آں کشور کہ سلطانیش نیست"۔ (سعدی)
ہماری ساری رسوائیوں اور ہیچ مقداریوں کا علاج صرف ایک اور ایک ہی اور وہ ہے اپنے نصب العین کے ساتھ عشق، جب یہ حاصل ہوجائے تو بحر و بر اپنی ساری وسعتوں اور پہنائیوں کے ساتھ ہمارے گوشۂ دامن میں سمٹ آئے گا۔

ہر کہ عشقِ مصطفیٰؐ سامانِ اوست   بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست (اقبال)

علامہ اقبالؒ کو بھی اپنی ملت کے لئے یہی علاج الہامی طور پر تلقین کیا گیا تھا۔

شبے پیشِ خدا بگریستم زار   مسلمانان چرا زارند و خوارند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم   دلے دارند و دلدارے ندارند

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔